دینی مدارس کے اہل حل وعقد کی خدمت میں

احسان الرحمٰن عثمانی

دینی تعلیم کے نظام اور نصابِ تعلیم کی اصلاح پر ایک عرصہ سے گفتگو ہو رہی ہے اور عملاً پیش رفت بھی ہوئی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ وابستگانِ مدارس اور اہلِ علم مشاورت میں برابر دل چسپی لے رہے ہیں۔ جنوری ۲۰۱۴ء کے ماہنامہ العصر میں جو محترم مفتی غلام الرحمٰن صاحب کی ادارت میں پشاور سے شائع ہوتا ہے مفید مضمون بطور اداریہ شائع ہوا ہے۔ اپنے قارئین کی نذر کر رہے ہیں اور اہلِ علم کو اس موضوع پر غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں۔ (مدیر)

برعظیم پاک و ہند میں بالخصوص اور عالم اسلام کے بیش تر خطوں میں بالعموم دینی مدارس کا تصور اور معاشرے میں ان کی ہمہ جہت خدمات ایک ناقابل تردید حقیقت بن چکی ہے۔ یہی مدارس عربیہ، اسلام کی حفاظت اور عملی زندگی میں اس کی بقا کے حوالے سے ایک کلیدی کردار ادا کرتے آرہے ہیں۔ آج اگر معاشرے میں شعائر اسلام باقی، مساجد آباد و بارونق اور اسلامی تہذیب وثقافت زندہ ہے، تو اس کی پشت پر یقیناً دینی مدارس کے بوریہ نشینوں کی قربانیاں عیاں ہیں، جنھوں نے فقر و فاقہ کو سینے سے لگا کر دین اسلام کی خدمت کو ہر موقع پر اپنی جان سے مقدم اور عزیز رکھا ہے۔ جو نہایت بے سروسامانی کے عالم میں مدرسے کی چار دیواری اور وہاں کی شبانہ روز زندگی اپنے لیے قابلِ افتخار سرمایہ سمجھتے ہیں۔

آج دینی مدارس کا وجودِ مسعود بغیر کسی تردد کے جملہ شعبوں کی آب یاری میں مصروفِ عمل ہے۔ دینی مدارس کی خدمات کا سلسلہ اتنا متنوع اور کثیر الجہت ہے تو وہاں کا نظم ونسق، طریقہ تعلیم اور نصاب تعلیم کا معاملہ بھی نہایت حساس نوعیت کا ہے۔ جس کے کسی بھی زاویے کی درست تشخیص اور تراش خراش کا استحقاق صرف وہی لوگ رکھ سکتے ہیں جو براہِ راست ایسے نظام سے وابستہ ہوں۔

عرصہ دراز سے موجودہ دینی مدارس کے نظام پر مختلف زاویوں سے تنقید کا بازار گرم ہے۔ اس میں اگر ایک طرف مغربی طاقتوں کی کارستانیاں ہیں، تو دوسری طرف سرزمین پاکستان کے حکمرانوں کا بھی وافر حصّہ ہے۔ جب دشمنان اسلام کو مذہب سے وابستہ افراد کی غیرتِ ایمانی اور حمیت دینی کے مظاہر دنیاے عالم کی مختلف تحریکوں میں دیکھنے کو ملے اور ان کو اس جذبۂ ایمانی کی پیداوار کا اصل سراغ لگانے میں دینی مدارس کا پلیٹ فارم دکھائی دیا تو اپنے جملہ وسائل کے ذریعے مدارس پر انھوں نے طرح طرح کے پروپیگنڈوں کے ذریعے الزامات کی بوچھاڑ کی، تاکہ وہ ان کے کردار کو متنازع اور مشکوک بنا کر اپنے ذاتی مفادات کو تحفظ دے سکیں۔ بدقسمتی سے ان کو اپنے ان مذموم مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایسے حکمران بھی ملے، جنھوں نے دشمن کے بے بنیاد پروپیگنڈے پر اعتماد کیا اور بغیر کسی تحقیق کے ان پر دہشت گردی اور انتہا پسندی کے الزامات لگانے میں دیر نہیں کی۔ پھر یہاں کے نظم ونسق میں مداخلت کے لیے مختلف ذرائع تلاش کیے، جس میں سرفہرست مالی تعاون، نصاب ونظام میں تبدیلیوں کی صدائیں اور ماڈل دینی مدارس جیسے منصوبے شامل رہے۔ تاحال تو ان قوتوں کو مدارس کے آزادانہ ماحول میں کسی قسم کی مؤثر مداخلت کے مواقع نہیں ملے، مگر میڈیا جیسے ذرائع سے ان پر رکیک حملوں کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ میرے خیال میں خود مغربی طاقتوں اور ان کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے والے ضمیر فروشوں کو اس شخصیت کے پیغام سے سبق لینا چاہیے، جو خود یورپ کے تعلیمی اداروں میں پلنے بڑھنے کے بعد مشرق ومغرب میں ایک قانون دان اور ایک عظیم مفکر کی حیثیت سے یکساں طور پر مقبول ہیں۔

مفکر اسلام علامہ محمد اقبالؒ دینی مدارس کی افادیت، اہمیّت اور ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''ان مکتبوں (مدرسوں) کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انھی مکتبوں میں پڑھنے دو۔ اگر یہ مُلّا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا، میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اگر ہندستان کے مسلمان ان مکتبوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح جس طرح ہسپانیہ (اسپین) میں مسلمانوں کو ۸۰۰ برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ وقرطبہ کے کھنڈر اور الحمرا اور باب الاخوتین کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، یہاں بھی تاج محل اور دلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کی تہذیب

کا کوئی نشان نہیں ملے گا''۔ گویا کہ حضرت علامہ کی نظر میں مدارس دینیہ کی مخالفت قہر خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

ہمیں اس بے بنیاد پروپیگنڈے سے ہٹ کر دینی مدارس کے رواں سفر میں حالات اور وقتی تقاضوں کے مطابق نصاب تعلیم اور نظام تعلیم میں مزید ترمیم واضافے کا عمل برابر جاری رکھنا چاہیے۔ جب ہم اسلام کی آفاقیت اور دنیا کے کونے کونے میں اس کی تنفیذ کی بات کرتے ہیں، جو محض ایک دعویٰ نہیں بلکہ حقیقت ہے، تو پھر کیا ہم نے ذرہ بھر یہ بھی سوچا ہے کہ اس عالم گیر مہم کے تقاضے، ضروریات اور طریقۂ کار کیا ہوگا اور یہ کہ ہم کس نہج پر اس کی تیاری کر رہے ہیں؟ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ تعلیمی اداروں میں نصاب تعلیم کا تقرر وقت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق کیا جاتا ہے اور معاشرتی اقدار کی اس میں برابر کی ترجمانی اور عکاسی ہوتی ہے، اور ایسے میں ہر مضمون کے بنیادی اہداف اور اس کی روشنی میں اس کے تدریجی ارتقا کا عمل بھی جاری رہتا ہے۔

ہمارے مدارس دینیہ کا موجودہ نصاب مُلّا نظام الدین سہالویؒ نے اس زمانے میں مرتب کیا تھا، جب ان کو مغلیہ علم دوست حکمران اورنگ زیب عالم گیر نے فرنگی محل نامی مکتب میں بطور استاذ تعینات کیا۔ اس زمانے میں مملکت کی جملہ عدالتوں میں فقہ حنفی رائج تھی اور انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں اس کے مطابق فیصلے کیے جاتے تھے تو اسلامی عدالتوں کو مفتیانِ کرام، قضاۃ اور فقہ اسلامی کو خاص قانونی نقطۂ نظر سے مرتب کرنے کے لیے جن رجالِ کار کی ضرورت ہوتی وہ مذکورہ نصاب سے پوری کی جاتی تھی۔ نصاب تعلیم کی یہ شکل خود مغلیہ دور کے سقوط اور ۱۸۵۷ء کے آخری مغل حکمران بہادر شاہ ظفر تک جاری رہی۔ پھر جب ۱۸۶۷ء میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی، اس وقت بھی یہی نصاب وہاں کے حالات اور تقاضوں کے مطابق ترمیم واضافے کے ساتھ مروج رہا۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں علم ہندسہ، اور خاص کر علم طب پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ آج بھی دارالعلوم کے بیش تر فیض یافتہ حضرات کے مطب اور علم حکمت سے براہِ راست وابستگی کے کئی مظاہر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کا مدتوں تک ایک ہی سانچے میں رہنا فطرت کے تقاضوں کے مطابق ایک مشکل امر ہے۔ جوں جوں معاشرے میں تغیّر وتبدل اور ارتقا کا سفر جاری رہے گا، تو ایسے میں تعلیم گاہوں اور خاص کر دینی مدارس کے نصاب تعلیم کا

ایک ہی نقطے پر مستمر رہنا شاید اس کی اپنی افادیت کے دائرے کو محدود کرنے کے مترادف ہوگا۔

ہمارے ہاں مروجہ نصاب تعلیم پر اگر غور کیا جائے تو قدیم ذخیرے میں بیش تر ایسے نظریات دیکھنے کو ملیں گے جو بذات خود ہماری شریعت کے نصوص سے واضح طور پر متصادم ہیں۔ جن میں بطور خاص علم الکلام کے قدیم مباحث میں فلسفہ اور منطق کے مُغلَق نظریات سرفہرست ہیں۔ مگر متقدمین علماے حق نے اس زمانے میں ان کو صرف وقت کے تقاضوں کے مطابق اس دور کی طاغوتی قوتوں کے آلۂ کاروں کو ان کے فہم وزعم کے مطابق اسلام کے بنیادی عقائد سمجھانے کے لیے بطور ہتھیار استعمال کیا تھا۔ آج اسی فلسفہ اور منطق کے مقام کو متبادل نئی چیزوں نے لے لی ہے اور ہمارے لیے مسلسل چیلنج کے طور پر سامنے ہیں۔ اور اس وقت مذہب کی تعلیم سے وابستہ افراد کو موجودہ زمانے کے لب ولہجہ کو سمجھنا وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔ کیونکہ دشمنانِ اسلام کو زہریلی اور شرپسند ذہنیت سے بچنے کے لیے پہلے ان کی فکر، اندازِ تخاطب اور خاص کر ان کی زبان سے واقفیت حاصل کرنا ہماری مذہبی اور معاشرتی ذمہ داری ہے۔ اس حوالے سے ہم خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے اس جملے سے سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ جس میں آپ نے اُس موقع پر ارشاد فرمایا، جب ایک شخص کے بارے میں آپ سے کہا گیا کہ ان کو امیر اس لیے بنایا جائے کہ وہ اتنا متقی ہے کہ گویا کانہ لم یعرف الشر، کہ شر نامی چیز کو جانتا نہیں۔ آپ نے فرمایا: اذاً یوشك ان یقع فیه، پھر تو قریب ہے کہ وہ اس میں مبتلا ہو جائے۔

آج اگر معاشرے کے مختلف حلقوں کی جانب سے دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی کی صدائیں بلند کی جاری ہیں تو اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ یہ مدارس، معاشرے کو ڈاکٹر، انجینیر اور سائنس دان فراہم کریں۔ کیونکہ یہ تو بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے آپ میڈکل کالج والوں سے بیک وقت ایک ہی شخص کے بارے میں ڈاکٹر، انجینیر اور سائنس دان کا مطالبہ کریں۔ درحقیقت وہ کبھی یہ نہیں چاہتے کہ دینی مدارس کے طلبہ معاشرے کی یہ ذمہ داریاں بھی سنبھالیں، بلکہ جب معاشرے کے بیش تر شعبوں میں دینی مدارس کے فضلا کی منصبی ذمہ داریوں کے مواقع آتے ہیں تو ایسے میں خود ان کے اور مروجہ روش کے درمیان ابلاغ اور وضاحت کی رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس لیے ان کو معاشرے کا اسلوب بھی جاننا چاہیے۔ بہت ممکن ہے کہ نصاب میں یکا یک تبدیلی شاید ہمارے دینی ماحول

میں بہت جلد واقع نہ ہو، مگر رفتہ رفتہ اس میں ترمیم جو کہ یقیناً کچھ عرصے سے جاری ہے، مزید اس کی ضرورت ہے، اور یہ عمل اہلِ علم کی وسیع تر مشاورتوں اور تجربات سے ہی پایۂ تکمیل تک پہنچ سکے گا۔

عصرِ حاضر کے جدید اسلوب کے حوالے سے ہم دینی مدارس میں اپنے مروجہ نصاب کے ساتھ ساتھ ایسے اقدامات ضرور اٹھائیں، کہ جس سے ہمارا دینی طبقہ معاشرے کے ساتھ براہِ راست آمنا سامنا کرنے میں کسی قسم کی دقت محسوس نہ کرے۔

بطورِ مثال، قرآن وحدیث جو ہماری زندگی کے جملہ شعبوں کے لیے اساس اور دستور کامل کی حیثیت رکھتے ہیں، مگر تدریس قرآن کے قدیم اسالیب کے ساتھ ساتھ عصرِ حاضر کے نئے فتنوں کا مطالعہ اور قرآن مجید سے ان کے استشہادات کو بہ نظرِ غائر مطالعے میں رکھنا آج کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اسی طرح قرون اولیٰ کے تفسیری مناہج کے ساتھ ساتھ علوم القرآن، تدریسِ قرآن مجید دورِ جدید کی ضروریات اور تقاضوں کے حوالے سے نئے اسالیب پر غور وفکر کرنے سے شاید ہم معاشرے کو کتاب اللہ سے وابستہ رکھنے میں مؤثر کردار ادا کرسکیں۔

اسی طرح علم حدیث اگر ایک طرف اپنے گہرے رموز اور اسرار کے حوالے سے ایک مہتم بالشان علم ہے تو دوسری طرف اس کے تدریس کے تقاضے بھی نہایت اہم ہیں۔ ہمارے مروجہ نصاب میں تدریسِ حدیث فقط ائمہ فقہا کی آرا اور استنباطات کے اردگرد گھومتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ بعض جگہوں میں طریقۂ استدلال کے جواب میں رُواۃ کا تذکرہ اور ان پر جرح وتعدیل کے مواقع بھی پیش آتے ہیں، مگر مجموعی صورت حال کے مطابق طلبہ کے ذہن میں احادیث مبارکہ کی تعلیم سے فقط استدلال واستشہاد اور کسی خاص مسلک کی تائید کے حوالے سے ایک محدود شناسائی رہتی ہے۔ اگر اس کے ساتھ ساتھ اس میں وسعت پیدا کر کے طلبہ کو احادیث کی عمومی اور اصلاحی مفاہیم پر توجہ دلائی جائے، تو عین ممکن ہے کہ کل وہ معاشرے کے کسی بھی اجتماع کے سامنے احادیث مبارکہ کی روشنی میں رسول اکرمؐ کے اسوۂ مبارکہ کو ایک اچھے قالب میں منطبق کرنے کی صلاحیت رکھیں گے۔

اس کے ساتھ احادیث کے زمرے میں علم الآثار کے حوالے سے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے قرآن وحدیث کی تفسیر کے دوران جو قیمتی آرا منقول ہیں، ان سے بھی ان کو روشناس کرایا جائے تو

معاشرے کے بیش تر اختلافی مسائل بیان کرنے میں اس کو ایک مثبت راہ دکھانے میں مدد اور معاون ثابت ہوگا۔ اس مرحلے میں قدیم دور کے فرق ضالہ کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کے اہم فرقوں کے بارے میں عمومی تعارف کروایا جائے اور پھر اس کی روشنی میں مناسب گرفت کے راستے متعین کیے جائیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں عموماً نئے گروہ یا نئی آواز بلند کرنے والوں پر سب وشتم تو پہلے کیا جاتا ہے اور ان کے منظور نظر عقائد وافکار کا مطالعہ بعد میں کیا جاتا ہے، جو کہ یقیناً ہمارے غیر ذمہ دارانہ رویے کی عکاسی ہے۔

فقہ اور اصول فقہ کی تدریس کے دوران قدیم طرزِ تعبیر کے ساتھ آج دونوں میں جدید اسالیب سامنے آچکے ہیں۔ طلبہ کو اگر قدیم ذخیرہ پڑھاتے ہوئے اس معاصرانہ تطبیق سے روشناس کرایا جائے، تو عین ممکن ہے کہ وہ تعلیمی سلسلے کے دوران معاشرے کے اُتار چڑھاؤ اور باہر دنیا کے حالات کو درست زاویے پر پرکھیں اور اس کے لیے مناسب زادِ راہ تیار کریں۔ کوئی شک نہیں کہ ان دونوں علوم میں وسعت اور اضافے کا بنیادی محرک معاشرے کے رواں سفر میں نت نئے حالات وواقعات کا تغیّر بھی گہرا اثر رکھتا ہے۔ آج تمام بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹیوں میں قرآن وحدیث، فقہ اور اصول فقہ اور دیگر علوم کی تدریس کے حوالے سے تدوین نو مختلف زاویوں پر عرصہ دراز سے جاری ہے۔ ہم اپنے دینی مدارس کے ظروف اور اندرونی ماحول کے مطابق اس سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

مدارس کی چاردیواری سے نکل کر باہر کی دنیا میں عمومی دعوۃ وارشاد کے حوالے سے محنت کرنا ہمارے مدارس دینیہ کی اولین ترجیحات میں سے ہے مگر مغربی دنیا کے مسلم معاشرے میں مسلسل نئے روپ میں فساد وگمراہی کے جال پھیلانے کے باعث ہماری یہ ذمہ داری کچھ زیادہ نزاکتوں کا شکار ہے۔ ہمارے پاس اس اہم فریضے کی ادایگی کے لیے مسجد کے منبر ومحراب کا وسیع پلیٹ فارم ہے، جو کہ نہ صرف مسلمانوں کا عبادت خانہ ہے بلکہ اس سے بڑھ کر مسلم معاشرے کا اسلام کے روزِ اوّل سے جملہ شعبوں کی نگرانی کا تسلسل سے مرکز چلا آرہا ہے۔ اس لیے ہمارے فضلا کو اس منصب تک پہنچنے کے بعد صرف روایتی مذاق کو اپنانے کے بجائے مسجد کے ماحول سے وابستہ افراد کے ہر ذہن کو پڑھنے کے بعد مثبت انداز میں مذہبی تعلیمات کو درست اور فی الواقع تطبیقات کی روشنی میں پیش کرنا ایک اہم ذمہ داری ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ معاشرے کا بیش تر طبقہ شریعت اور مذہب سے آگاہی کا خواہاں ہے، مگر جب ان کو ہمارے عمومی اجتماعات اور خاص کر جمعہ کی نشست میں کوئی واضح اور ٹھوس پیغام نہیں مل رہا ہوتا، تو یہ بے چارے جمعۃ المبارک کے اہم موقعے پر بھی صرف وقتی فریضے کی ادایگی کو اپنے لیے غنیمت سمجھتے ہیں۔ آج کے دور میں معاشرے کے پاس مسجد کے امام وخطیب سے ہٹ کر بھی علم وتحقیق کے دیگر ذرائع موجود ہیں، جو غلط ہوں یا صحیح مگر طبعی طور سے ان کے گہرے اثرات نمایاں ہیں۔ ہمیں ان چیزوں سے آگاہی حاصل کر کے معاشرے کو درست تطبیق کی نشان دہی کر کے بہتر راہ پر گامزن کرنا ہے۔

ایسے حالات میں دینی مدارس کے جملہ ارباب بالخصوص وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو ان نوخیز فضلا کے مستقبل کے حوالے سے ان تمام چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے ہنگامی اور مستقل بنیادوں پر کام کی ضرورت ہے۔ اس وقت دینی مدارس کے بعض سربراہان جب معاشرے کے اس قسم کے حالات کا مشاہدہ کرتے ہیں، تو اپنے فضلا کے بارے میں مؤثر طریقہ کار پر سوچنے کے لیے بے قرار ہیں تو وفاق المدارس کو اپنی جملہ سرگرمیاں ایک امتحانی سیکشن تک محدود کرنے کے بجاے تعلیمی ادارے جیسے فرائض سرانجام دینے چاہییں۔ عمومی مشاہدہ ہے کہ دینی مدارس کے ماحول میں متنوع خداداد صلاحیتوں کے حامل طلبہ آتے ہیں اور فراغت کے بعد اپنی ذاتی رجحان کی بنیاد پر آگے تعلیمی سلسلے کو مختلف پہلوؤں پر جاری رکھنا چاہتے ہیں، مگر معاشی تنگ دستی یا پھر مناسب عدم سرپرستی کے باعث وہ اس کام میں لیت ولعل کے شکار ہو جاتے ہیں۔

میرے خیال میں وفاق المدارس اگر فضلا کے ایسے گروہ پر خصوصی توجہ دے اور ان کی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق متعلقہ اداروں میں رہتے ہوئے ان کی جملہ سرپرستی کو قبول کرے، تو مستقبل قریب میں ہمارے پاس معاشرے کے مختلف میدانوں میں رجالِ کار کی فراہمی میں ایک اچھی خاصی ٹیم تیار ہوگی۔ اور اس کے علاوہ عمومی فضا میں مروجہ نصاب کے ساتھ ساتھ درج ذیل عنوانات پر عمومی ورکشاپ اور مختصر دورانیے کے حامل کورسوں کے ذریعے ہم اپنے طلبہ کو قومی، ملکی اور بین الاقوامی حالات وواقعات اور اس کے اثرات سے بخوبی آگاہ رکھنے کا احساس دلا سکتے ہیں:

- قرآن وحدیث کے تخاطب کے عمومی انداز کا تعارف، حکمتیں اور تطبیق کی ممکنہ صورتیں

● سیرت النبیؐ کے حوالے سے مناہجِ سیرت اور مطالعہ ٔسیرت کی ضرورت واہمیّت ● تاریخ فقہ اوراصول فقہ کے حوالے سے روزمرہ واقعات اورنت نئے مسائل کا عمومی تجزیہ ● تاریخ کے مضامین پر خصوصی توجہ کے ساتھ ساتھ فلسفہ تاریخ اور معاشرے پراس کے اثرات ● جدید علوم کا اجمالی خاکہ اورخاص کرفتویٰ سے وابستہ موجودہ دور کے طبی، معاشی اور سیاسی مسائل کے ساتھ قانون کی موشگافیوں سے مانوس رہنا ● علم الکلام کے قدیم مباحث کے ساتھ ساتھ جدید علم الکلام اور معاصرافکار کے تعارف کے ساتھ ساتھ ان پر گرفت حاصل کرنے کا سنجیدہ طریقۂ کار ● طریقِ تدریس کے جدید اسالیب کا بطورفن تعارف ● دعوۃ الارشاد کے طریقہ کار، ذمہ داریاں اورجدید اسالیب کی درجہ بندی ● عصر حاضر کی رائج زبانوں پر تحریر وتقریر کے ذریعے گرفت بالخصوص عربی، اُردو، انگریزی ● ذرائع ابلاغ کا تعارف اوراس کے ذریعے اپنے پیغام کومؤثر انداز میں پہنچانے کی حکمت عملی۔

اس کے ساتھ ساتھ دینی مدارس کے عمومی مزاج میں مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے یکساں تسلسل، افرادی قوت کے تحفظ اورفروعی مسائل میں زیادہ شدت اختیارکرنے کے بجاے امت کی وحدت کو ہرحال میں مقدم رکھنے کی عملی جدوجہد کرنا ہمارے اہداف حاصل کرنے کا ایک مؤثرانداز ہے۔ہم ان تمام تراقدامات کے ساتھ دینی مدارس کے عمومی مذاق، اس کی اخلاقی اور روحانی فضا کو برقرار رکھتے ہوئے گردوپیش کے حالات وواقعات سے اپنے فضلا کو ہمہ وقت ہرقسم کے حالات کے لیے بیدار مغز رکھ سکتے ہیں، اورسیرتِ نبویؐ کے حامل وارث کودنیا کے جس کونے، جس شعبے میں خدمت کے لیے بھیجیں وہ وہاں کے تقاضے اورحالات کا سامنا کرتے ہوئے دوٹوک موقف کے ساتھ اسلام کی روشن تعلیمات کوواضح کرے۔ یوں ہم دشمن کے منفی پروپیگنڈے سے مثبت انداز میں نمٹ کردینی مدارس کے ماحول کو ہرقسم کے خطرات اورحادثات سے بچاکر رکھ سکتے ہیں ۔

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○